شریعہ اسلامیہ میں سفارت کاری کی حقیقت اور سفیروں کے بھیجنے سے متعلق اصول واحکام

Status of Ambassadorship in Islamic Law and rules regarding Ambassador's appointment

ڈاکٹر ہدایت خان اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ شریعہ والقانون علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد(hidayatburkee@yahoo.com)

Abstract

In this article it has been tried to clarify the meaning and concept of ambassador in Islamic Law. Different viewpoints of Islamic scholars have been discussed. The office of ambassador had been in function in different eras like Romans and Europe imperialism. Ambassador has to play an important role in peace and making international conventions. Therefore a relation of an ambassador with the international conventions of peace has been highlighted and discussed. The role of an ambassador is very significant and that is why a great care has to be taken in his appointment. Different methods in Islamic Law regarding his appointment have been stated in detail. Imam Mawardi, Amr-o-Bin Aas, Imam Alosi, Qazi Baizawi, Ibn-e Kaseer and Syed Qutub have their viewpoints about the work and behavior of ambassador which have been discussed. There are multiple objectives of ambassador in Islamic Law just as to convey message of Islam, to convey letters, to conduct peace agreements and dialogue and also to cancel agreements and settle prisoner's affairs. He is also responsible for all kinds of information relating to his sending State.

Key Words: Ambassador, Islamic Law, Islamic Scholars, Appointment, Objectives, Dialogue, Agreement, Peace

تمہید

تاریخ میں سفارت کاری کا ایک اہم حصہ و کردار رہا ہے، جب بھی انسانیت پھیلتی پھولتی گئی تو ایک ملک کا مفہوم اور بھی مضبوط ہوتا گیا۔ بلاشبہ ظہور اسلام ایسے وقت میں ہوا کہ جس میں سیاسی حکومتوں کے درمیان رابطوں کی ضرورت اور بڑھ گئی تھی اور اسلام کو اس کی اور زیادہ سخت ضرورت تھی۔ اس لئے کہ دین اسلام تمام انسانیت کے لئے دعوت دیتا ہے۔ جو اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ تمام انسانوں کو جہاں بھی ملی دعوت دی جائے، اس لئے جہاں بھی ہو اسلام کو اپنے سفراء ان کی طرف بھیجنا ضروری تھا۔ دارالاسلام اور دارالحرب کے درمیان تعلقات کی بنیاد سلامتی اور امن پر ہے۔ جنگ پر کسی کو ابھارنا یہ اسلام کا فرض نہیں ہے اور نہ ہی اس کے اجتماعی نظام کا فرض ہے۔ بلکہ وہ قتال بدون اسباب کو روکنا ہے لہذا تعلقات میں اصل امن و آتشی ہے تا کہ انسان اپنے نفس کے رذائل سے بچا سکے۔ موجودہ و قدیم ہر دور میں رسولوں اور سفیروں کا ایک اہم کردار رہا ہے ہر ایک امت کو پیغام رسانی مثالی و نمونہ بن گئی ہے دوسری امتوں کے لئے اور موجودہ و قدیم ہر دور کے ملکوں نے اس کام کا بخوبی انتظام کر لیا۔ رسول اور سفیر جہاں بھی جائے اور جدھر بھی متوجہ ہو جائے ایک مثال ہوتا ہے۔ اس لئے بحث میں رسول اور سفیر کے لغوی اور اصطلاحی تعریف

و معنی سے متعلق وضاحت کی گئی ہے ،اس کے ساتھ رسولوں اور سفراء کے اہم تاریخی ادوار کو مختصرا بیان کیا گیاہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ قرآن و سنت اور اقوال فقہاء کرام کے دلائل سے ان کے کام کی مشروعیت کا جائزہ لیا جائے۔ اور آخر میں دیگر ممالک کے ساتھ سفراءاور رسل کے امن معاہدوں سے متعلق وضاحت کی گئی ہے اور سفارت کاری کے مقاصد کو واضح کیا گیاہے۔

سفیر اور رسول کا مفہوم

لغت میں رسول کے معنی ہیں سمجھنااور وہ تسلیط اور توجیہ یعنی "کسی کو کسی کام پر مقرر کرنااور اسکو راستہ دکھانا" کے ہیں۔ بحر محیط میں ارسال اور رسول کے معنی ہیں کسی کو مسلط کرنا کسی چیز پر اور مطلق رکھنااور ایک شی کو دوسری شی پر حمل کرنا اور راستہ دکھانا کے ہیں[1] اور رسول کو نگران بنایا جاتا تھااور اس کو اپنے کام اور ذمہ داری کو اداکرنے کے لئے دوسرے ملک کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ سفیر کو اگر سین کے کسرہ سے پڑھاجائے تواس کے معنی ہیں، شریف، ذہین اور ماہر آدمی اور لسان العرب میں ہے کہ رسالت مرسل اور رسول کے لغوی معنی ہیں "وہ شخص جو بھیجنے والے کی اخبار کی اتباع کرے۔ دلیل کے طور پر عرب کا قول ہے کہ "جاءت الابل رسالا"یعنی اونٹ ایک دوسرے کے تابع ہو کر یکے بعد دیگرے آتے ہیں۔ ابو اسحاق نحوی نے اللہ تعالی کے قول جو کہ بطور حکایت کے موسیٰ علیہ السلام اور اسکے بھائی ہارون علیہ السلام کے بارے میں ہے"فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ"[2] کہاہے کہ اس قول میں رسول کا مطلب ہے کہ ہم اللہ رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں یعنی دونوں رب العالمین کے رسول ہیں[3]۔

سفیر وہ بھیجا ہوا مصلح شخص ہوتاہے جو لوگوں اور اقوام کے مابین صلح کرا دے۔ اسکی جمع سفراء آتی ہے، عربی میں"سفرالیھم"کے معنی ہوتے ہیں"اصلح بینھم"یعنی ان میں صلح کرادی اور درستگی پیدا کر دی۔ علیؓ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا"ان الناس استسفرونی بنیک وبینھم" یعنی لوگوں نے مجھے تمہارے اور ان کے درمیان صلح ودرستگی کے لئے مقرر کیاہے[4]۔

جدید اصطلاح میں سفیر کا مطلب

بہت سے اہل علم لوگ یعنی حضرات جو کہ سیاست سے وابستہ ہیں، اور ملکی قانون کے ماہر علماء کرام نے سفیر کی کچھ تعریفیں اس طرح کی ہیں کہ سفارت وہ اعلی مرتبہ ہے کہ جو تعلقات مملکت اور ربط بین الفرق کا اعلی طریقہ ہے۔ اور وہ اس سیاسی جماعت کا صدر ہوتاہے جسکو کسی مشن پر بھیجا گیاہو اور سفارت کار کے نام سے گردانا جاتاہے[5]۔

لہذا سفیر ایسا صاحب المرتبت اور اعلی عہدے والا شخص ہوتاہے جو کہ ڈپلومیٹک کا کردار ادا کر رہاہوتاہے۔ اور دوسرے ملک کی حکومت کے ساتھ اپنے ملک کے صدر کے احکامات کا کردار اور احکامات ادا کرتاہے۔ اور ڈپلومیٹک جماعت کے تمام افراد ان کے طاقت وعہدے کے سامنے اور اسی طرح سفار خانہ میں کام کرنے والے بھی ان کے تابع ہوتے ہیں[6] اس معنی کے اعتبار سے سفیر وہ بھیجاہوا بندہ ہوگا جسکو کوئی بھی ملک کسی ڈپلومیٹک غرض کی تحقیق کے لئے بھیجتا ہے تاکہ ان کاموں کو مذاکرات افہام تفہیم اور دیگر ڈپلومیٹک طریقوں سے کسی ملک کے نائب کے ساتھ جو کہ اسکے پاس وفد میں ایاہو[7] لہذا سفیر وہ شخص ہوا جو کہ مہمات کو لے کر ایک ملک سے دوسرے ملک کے پاس جائے اور بھیجنے ہوئے ملک کی طرف سے استقبال کرنے والے ملک کے ہاں کردار ادا کرتے

سفیر کی اصطلاحی تعریف

سفیر یا رسول کے معانی ان کے کام کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔ بسا اوقات تو رسول اس کو کہتے ہیں جو کہ آسمانی رسالت کا کام کرے۔ جیسا کہ انبیاء اور رسولؑ تھے، کبھی رسول کسی تجارتی عقد کے واسطے ہوتا ہے جسکو تجارتی رابطہ بھی کہتے ہیں اور کبھی کبھار کسی خاص مہم کے سلسلے میں دو ملکوں یا عہدوں وغیرہ کا کردار ادا کرتا ہے اور یہاں پر رسول سے مراد وہ شخص ہے جو کہ دو ملکوں کے درمیان اہم معاملات میں کردار ادا کرتا ہے۔ قلقشندی نے سفیر کے متعلق یہ کہا ہے کہ یہ وہ مصلح شخص ہوتا ہے جو کہ اصلاح بین القوم کرتا ہے[8] یہی اصطلاح ان کے ہاں سفیر اور رسول کے مابین کوئی فرق نہیں ہے۔

رسول اور سفیر کی تاریخی حیثیت

سفراء اور رسل سے متعلق تاریخ بہت قدیم ہے جب سے یہ شعوب قائم و دائم ہیں اس وقت سے یہ تاریخ بھی ہے۔ چونکہ انسان دوسروں کے بغیر الگ تھلگ زندگی نہیں گزار سکتا لہذا یہ بات واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے، کہ یہ معاملہ ان ادوار میں مختصر طور پر بہت ضروری تھا وہ اس لئے کہ انسانی جماعتوں کی وہ ترقی جو وہ مسلسل کرتے ہیں اپنے مابین تعلقات سازی کے لئے بھی ناگزیر تھی۔

مصر قدیم میں سفارت کاری

قدیم مصر کے نقوش میں دیکھنے سے ایسے اشارات ملتے ہیں کہ جو مصر کے شرقی، غربی، اور جنوبی سرحدات والے پڑوس ممالک کے ساتھ ملتے ہیں اسی وجہ سے مصر اور اسکے پڑوس ممالک، لیبیا، سوڈان، اور ایشیا میں تعلقات پائے جاتے ہیں[9]۔

روم میں سفارت کاری

جب یونان کی طاقت ختم ہوئی اور یہی طاقت روم کو بطور میراث کے مل گئی تو روم نے اس بات کی خواہش کا اظہار کیا اور دوسرے ملکوں پر زور دیا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات قائم کریں۔ وہ تعلقات طاقت کی وجہ سے ہوں یا پھر امن اور تعاون کے بل بوتے پر ہوں۔ زمین کے جن حصوں میں بتوں کی عبادت کے اثرات پائے جاتے تھے روم ان حصوں کا بھی مالک بن گیا تھا اور یہ کوشش کر رہا تھا کہ ان کے ساتھ مختلف قسم کے تعلقات قائم کئے جائیں۔ اور یہ سب کچھ کسی نہ کسی حال میں ملکوں کا آپس میں تعلقات کی ایک شکل ہے اس میں مختلف ممالک ایک دوسرے کے ساتھ قاصدوں اور سفیروں کے ساتھ ساتھ ہدایا کا بھی تبادلہ کرتے ہیں جیسا کہ بعض وہ ممالک جن کے آپس میں اچھے مراسم ہوں ان کے سربراہاں ایک دوسرے کی بیٹیوں سے شادی بھی کر لیا کرتے تھے[10]۔

عصر مسیحہ میں سفارت کاری

جب براعظم یورپ میں عیسائیت پھیل گئی تو یہ براعظم آپس میں بٹ گیا اور اس میں مختلف امارات اور ممالک بن گئے اور ایسی جگہیں بن گئیں جہاں لوگ خود نواب بن گئے اور حکومت کرنے کے ساتھ ساتھ عام ہو گئے تھے اور رسولوں اور سفیروں کے لئے خاصی دوری تھی جب بھی رسول چلتا کہ وہ اسلام کو جزیرہ عرب سے باہر پھیلا دی۔ اسلئے خط و کتابت کا سلسلہ اسلامی ملکوں

کے درمیان جاری وساری تھا جناب رسول اللہ کی زیر نگرانی۔ بادشاہ، امراء، اور شیوخ قبائل ان مکتوبات کیوجہ سے معلومات اور بنیادی تعلقات کا احساس وشعور ہوا جبکہ اسلامی ملکوں کے درمیان جاری وساری تھا[11]۔

جدید دور میں سفارت کاری

رسل اور سفراء کے اعمال جن پر آج کل لوگوں کو علم وشعور ہے کہ ان کا کام صرف ڈپلومیٹک کام یہی ہے کہ یہ تقریبا سترھویں صدی عیسوی کو شروع ہوا۔ ستفالیا کا معاہدہ تقریباً 1687ء کو ہوا جو کہ تقریبا ختم ونابود ہوا اس تیس سال کی جنگ کے بعد جو کہ تقریبا تمام یورپی ممالک کے درمیان ہو گی جس نے ہمیشہ سفارتکاروں کو ایک ہی جگہ میں رکھ دیا تھا جو کہ ایک وقت مقررہ کے لئے رکھی پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ عصر حاضر کی ایجادات وتفردات میں سے ہے۔ پس یہ کام آج بڑی اہمیت والا بن گیا ہے۔ اور اب یہ سفارت کاری ہر سلطنت وزی شان ملک کے لئے بطور ظاہر حقوق مانی جاتی ہے اور اسکی اہمیت ڈپلومیٹک امور یہی ہیں۔

جس کے قواعد کی جمع کی خاطر تمام جماعات اہم متحد ہیں۔ اسلئے کہ سیاسی سفیروں کا تبادلہ دو ملکوں کے درمیان بہترین تعلقات کی دلیل اور سلامتی کا ضامن بن گیا ہے۔ اور کسی ملک کا اپنی سفیر کو دوسرے ملک سے واپس بلانا یہ تعلقات کی خرابی کی علامت ودلیل ہے جو کہ جنگ کی گھنٹی ہے[12]۔

سفارت کاری کا جواز ازروئے قرآن

اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

1 "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ"[13]۔

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام انسانیت کے طرف ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا۔

اور یہ بات معلوم شدہ تھی کہ آپ ﷺ رب العزت کا پیغام پوری امت اور قوم کو خود نہیں پہنچاسکتے تھے اس لئے اس بات کی ضرورت پڑھی کہ آپ لوگوں کی طرف اپنے قاصد اور سفراء بھیج دیں جو کہ انکو اللہ رب العزت کا پیغام پہنچا دیں۔

2 اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ"[14]۔

ترجمہ: اے لوگو ہم نے تمہیں مذکر اور مؤنث سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں فرقے اور مختلف قبائل بنادئے ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو تقوی دار ہو۔

لہذا سفیر کا کام اصلاح کرنا اور اقوام کے درمیان تعلقات کی تحسین و بہتری ہوتا ہے۔ البتہ جہاں تک سنت رسول ﷺ سے دلائل کا تعلق ہے تو وہ بہت زیادہ اور مشہور ہیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد آپ ﷺ نے رسل اور سفراء کو اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے پاس بھیجنا شروع کیا اور ہر رسول کو ایک خط دیتے تھے جس میں ان بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی جاتی تھی[15]۔

1 آپ ﷺ نے دحیہ بن خلیفہ الکلبی کو روم کے بادشاہ قیصر کے پاس بھیجا۔

2 عبداللہ بن حذافہ السہمی کو فارس کے بادشاہ کسری کے پاس بھیجا۔

3 عمر بن امیہ الغمری کو بھی ملک فارس کسری کے پاس بھیجا۔

4 حاطب بن بلتحہ کو اسکندریہ کے بادشاہ مقوس کے پاس بھیجا۔

5 عمرو بن العاص السحی کو عمان کے دونوں بادشاہ جیفر و عیا کے پاس بھیجا۔

6 اور سلیط بن عمر جو کہ عامر بن اوی کے بیٹوں میں سے ایک ہے کو تمامتہ بن اتال اور ہوذۃ بن علی جو کہ دونوں حنفی تھے اور یمن کے بادشاہ تھے کی طرف بھیجا۔

7 شجاع بن وہب الاسدی کو الحارث بن ابی شمر العسانی بادشاہ حدود یمن کی طرف بھیجا[16]۔

یہ نبی کریم ﷺ تھے کہ جو رسولوں اور سفیروں کو اپنے زمانہ کے حکام اور بادشاہوں کے پاس بھیجتے تھے۔ لہذا جو بادشاہوں کی طرف سے واپس آتے ان کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آتے تھے اور اسی طرح آپ ان کے لئے طریقے اور حدود مقرر کرتے تھے جو کہ عالمی بنیادوں پر ہوا کرتے تھے۔ اور یہ طریقے تمام انسانوں کے لئے یکساں ہوتے تھے۔ اگرچہ ان کی زبانیں اور جگھیں ایک دوسرے سے دور اور مختلف ہوا کرتی تہیں۔ اور یہی تعلقات ایک دوسرے کے ساتھ ربط و رابطہ رکھے بغیر محقق نہیں ہوسکتے تھے رسل اور سفراء کو قوم کی ترجمانی کے لئے بھیجا جاتا تھا۔

امن معاہدوں اور سفیروں کا آپس میں تعلق

1 امن معاہدوں میں اصل اللہ تعالی کا یہ قول ہے کہ:

"وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ"[17]۔

ترجمہ: اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے پناہ طلب کرے تو اسکو پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اس کو پہنچا دو اسکے ٹھکانے اور اسکے رہنے کی جگہ تک۔

2 سورۃ التوبہ آیت 6 اس آیت میں اللہ تعالی کی طرف سے اپنے نبی کریم ﷺ کو یہ ہدایت ہے کہ وہ ہر شخص کو امن دے جو اس سے امن کا خواہاں ہو۔ اور یہ اس وجہ سے کہ یہ شخص اللہ کے کلام کو سن لے اور اس پر حجت قائم ہو سکے اور یہی شخص ہمیشگی کے لئے حقدار ہے امن کا یہاں تک اپنے وطن کو لوٹ جائے، لہذا امن مبادی اسلام اور قواعد اسلام میں ایک عظیم امر ہے۔ اسلئے کہ دین اسلام تمام عالم کو خیر پہنچانے کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے۔ چونکہ رسالت اسلام تمام مخلوقات کے لئے ہے اور مسلم شخص اپنے اوقات کو ضائع نہیں کر سکتا۔ مگر یہ کہ وہ اپنی اس سہولت کو احسن طریقہ سے تبلیغ دین کے لئے استعمال کرتا ہے۔

امام بن قیم کہتے ہیں[18]۔

مستامن وہ شخص ہے کہ جو بلاد مسلمین میں آتا ہے بغیر اس کو اپنا وطن بتائے۔ اور ان کی چار قسمیں ہیں:

رسل اور تجار اور وہ طالب امن یہاں تک ان پر اسلام اور قرآن کو پیش کیا جائے۔ اگر وہ چاہے تو اسلام قبول کرلے اور چاہے تو اپنے ملکوں کو لوٹ جائے اور ان لوگوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو نکالا جائے اور نہ ہی ان سے قتال کیا جائے اور نہ ہی ان سے جزیہ لیا جائے اور یہ کہ امن طلب کرنے والے پر اسلام پیش کیا جائے اور جو اس میں داخل ہوا تو اسی کے لئے اسلام ہوگا اور اگر وہ اپنے وطن جانا چاہے تو اس کو یہی اختیار ہے۔ رسول اور سفیر دونوں بلاد مسلمین میں داخل ہوتے ہیں تاکہ وہ پیغام پہنچادے جو ان کو ملک مذکور نے دیا ہے۔ اور جب رسول اور سفیر مسلم ملک میں پہنچ جائیں تو وہ مسلمانوں کے ہاں امن میں ہوں گے۔ اس لئے کہ سفیر کبھی اپنے کام کرنے کے لئے نہیں آتا مگر یہ کہ وہ مسلمانوں کی پناہ میں ہوتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ سفارت کے کام کی کامیابی کے لئے امن لازم وضروری ہے۔ اس لئے سفارت کاری اور عقد امن کے درمیان گہرا تعلق ہے اور حقیقی امن یہ ہے کہ صرف مومن فرد کے ساتھ معاہدہ کیا جائے۔ اس لئے کہ لفظ امن اس بات کا تقاضہ کرتا ہے۔ امن کا مقتضاء یہ ہے کہ قانون مملکت کی تابع داری کیا جائے جو اس کے نفس ومال کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔ اور مملکت پر بھی ضروری ہوتا ہے کہ ان کو ظلم اور زیادتی ہونے سے بچائے اور امن سے تکالیف کو دور کرنے اور یہ کہ ظالم کا پیچھا کرے اور مظلوم کی دادرسی کرے[19] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ امن کا موضوع اور اسکا مقتضاء یہ ہے کہ غیر مسلمین کے لئے امن کا ثابت کرنا ہے۔ اس لئے کہ امن پناہ دینے والا ہے۔ احناف اور حنابلہ رحمہم اللہ[20] کے ہاں امن طلب کرنے والے یعنی مستامن کو بغیر کسی شرائط اسکے مال اور خاندان کو امن دیا جائے گا البتہ شوافع[21] نے یہ شرط لگالیا ہے کہ اگر مستامن کو یہ امن امام بادشاہ وقت کے علاوہ کی طرف سے ملا ہوا ہو تو یہ امن مستاء من کے اس مال کو شامل ہوگا جسکی طرف اسکی احتیاج ضروری ہو۔ البتہ اسکا خاندان اور وہ مال جس کی طرف مستامن کی زیادہ احتیاج وضرورت نہ ہو بھی تو اس کا بھی عقد امن میں شرط کرلینا ضروری ہے۔

رسل اور سفراء سے متعلق احکام شرعیہ

جدید وقدیم ہر دور میں رسولوں اور سفیروں کا ایک اہم کردار رہا ہے ہر ایک امت کو پیغام رسانی مثالی ونمونہ بن گئی ہے دوسری امتوں کے لئے اور تاریخ میں ہر دور کے ممالک نے اس کام کا بخوبی انتظام کیا تھا۔ اس لئے کہ رسول اور سفیر ایک مثال ہوتا ہے، وہ جہاں بھی جائے اور جدہر بھی متوجہ ہوجائے۔

رسل اور سفراء کے متعلق شروط وصفات اور طریق اختیار

یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ زمانہ قدیم میں مسلمانوں اور دیگر لوگوں نے سفراء اور رسل کے اختیارات کے لئے باقاعدہ قواعد اور قوانین وضع کئے تھے اور یہی موجودہ زمانہ میں بھی اس کی تابعداری کی جاتی ہے۔ اور بہت سارے ممالک نے اس نظام کو جزوی طور پر لاگو کردیا ہے۔ کہ ان کے سفراء اور رسل کا دائرہ کار کیسا ہونا چاہے۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ مسلم ہی وہ ہیں جو اس نظام کو پہلی وضع کرنے والے ہیں تو پھر ان شرائط اوائل کی اتباع کیوں نہ کی جائے۔ فیلسوف ہذر مانو نے اپنے وصایا میں یہ بات بیان کی ہے کہ یہ بات بہت ضروری ہے کہ سفیروں کو ان لوگوں میں سے چنا جائے جو عارف یعنی جو ہر قسم کے قواعد وضوابط اور قوانین کو نہ صرف جاننے والا ہو بلکہ وہ ہر شخص کی حقیقت وہیئت انکی حرکات وسکنات پر عمل شناسائی رکھتا ہو۔ اور ساتھ ساتھ پاکیزہ صفات کا حامل ہو۔

سفیروں اور رسولوں کے اختیارات کا دائرہ کار

مسلمانوں نے سفیروں اور رسولوں کے اختیارات سے متعلق دو طریقوں کی پیروی کی ہے:

پہلا طریقہ

سفیروں اور رسول ان لوگوں میں سے چنا جائے جو صاحب عزت و وقعت اور صاحب نسب ہو اور ذہانت و فطانت کے ساتھ متصف ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی ذمہ داری پر مکمل طور پر قادر بھی ہوں ایسے طور پر کہ اس ذمہ داری کو بہترین انداز پر انجام دے سکیں۔ یہ بات ہمیں مکمل طور پر تحقیق سے معلوم شدہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ رسل و سفراء کے انتخاب کرنے میں ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ میں سے ان حضرات کو چن لیا کرتی تھے جو صاحبت شرف و ذکاء ہو۔ آپ ﷺ نے دحیہ ابن خلیفہ الکلبی کو قیصر وروم عبداللہ بن حلاقہ السہی کو کسری فارس۔ حاطب ابن بلتعہ کو مقوقس مصر عمرو بن العاص کو جیفر عبدالبنی حلندی اور عمرو بن امیہ الغمری [22] کو نجاشی کے پاس بطور سفیر کے بھیجے۔ اور یہی صحابہ ذہانت اور حکمت کے میدان میں بہت مشہور تھے۔ انب الغراء کہتے ہیں کہ سفارت کا کام اس کے سپرد کیا جائے، جو شرف و عزت اور شریف خاندان میں سے اور صاحب ہمت ہو [23] لہذا سفیر ایسا شخص ہو جو اعلی حسب و نسب والا پاکیزہ گھرانے والا اور اسکا خاندان فضل و علم و کمال میں نہ صرف معروف ہو بلکہ برائی سے بہت دور ہو۔ اگر کوئی شخص ایسی صفات کا حامل ہو تو اسکو سفیر بنایا جاسکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

دوسرا طریقہ

یہ طریقہ خاص طور پر ان حضرات کے لئے ہے جو اس میدان میں ان کی مہارت ہو۔ تو ان لوگوں کے لئے اسکی تعلیم اور اصول سے روشناس کرائے اجائے اور اس پر ان کی مشق بھی ہو۔ پھر ان کا ایک امتحان لیا جائے۔ پس جو امتحان میں کامیاب ہو اور اس میں کامیابی کی علامتیں بھی پائی جاتی ہو تو پھر اس کو یہ کام سپرد کرنا مناسب اور لائق ہو گا اس لئے کہ یہ بہت خطرناک کام ہے۔ موجودہ زمانہ میں وزارت خارجیہ سفراء کی تدریس اور تیاری سے متعلق امور انجام دیتی ہے ابن الفراء لکھتے ہیں کہ بہت ضروری ہے کہ وہ سفارت کے کام کے لئے ایسے شخص کو تیار کرے جو اس کے لئے اہل ہو۔ اور اس سے لگن رکھتا ہو، اور اس کام کو لے کر آگے چلے، اس لئے کہ اگر کوئی کوتاہی اس سے ہو جاتی ہے تو بادشاہ کا کوئی حکم پھر اس کے آڑے آتا ہے [24]۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سفیر کا انتخاب اور اس کی تربیت امام کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے کہ یہ سفیر امام ہی کا نام ہے بولنے والا اور اسی کے لئے کردار پیش کرنے والا ہوتا ہے۔ اگر سفیر اپنے کام کی ذمہ داری میں کوتاہی برتا ہے، تو اسکی بری نسبت امیر ہی کی طرف ہوتی ہے۔ اور پھر بسا اوقات اس کے فوائد و مقاصد فوت ہو جاتے ہیں۔

ماوردی کا قول

ماوردی کہتے ہیں کہ بادشاہ کو چاہیے کہ وہ اپنے سفیروں کے کام کی چھان ٹھیک کر لیا کرے جن کو دشمنوں کی جانب بھیج دیا گیا ہو بادشاہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے پیغام رساں یعنی رسل کے معاملہ کی صحیح تحقیق و تفتیش کرے جن کو دشمن کے طرف بھیجا جاتا ہے۔ لہذا بادشاہ ایسے سفیروں کو بھیجے جو دشمن کے ساتھ بھی کوئی کردار والی صورت اختیار کر سکے اور جس کی زبان بھی ان کی موجودگی میں بول سکے۔ پس سفیر بنا کر نا بھیجے جو پوری خبر دینے والا درست عقل والا، حاضر دماغ، ذہین، فصیح لہجہ والا، اچھی

عبارت پڑھنے والا اچھی نصیحت کرنے والا اپنے دین دار اور امانت دار ہو، راز دار ہو اور لالچ سے بری ہونے کے ساتھ ساتھ کسی بھی قسم کا نشہ یعنی شراب وغیرہ نہ کرتا ہو۔

سفارت کاری میں بہت سارے فوائد ہیں جو سب کے سب بادشاہ کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر رسول اور سفیر کے کردار میں نقص نظر آئے تو یہ سب بادشاہ کے اوپر وبال ہوتا ہے[25]۔

عبد الملک بن مروان جب بھی کسی کو سفیر مقرر کرنا چاہتے تھے تو پہلے اس کی صفات پاکدامنی اور امانت سے متعلق دریافت کرتے تھے اس لئے کہا گیا ہے کہ جھوٹ سچ میں شک ڈالتا ہے اور شر حق کو چھپانے کا احتمال رکھتی ہے اور جلد بازی اسکے اعتماد اور ندامت پر حملہ آور ہوتی ہے[26] لہٰذا مسلمانوں کی تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ سفیروں کا بہت اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس لئے کہ سفیر مسلمانوں کے نزدیک اہم کام کرتا ہے جو دوملکوں، یا حکومتوں کے درمیان تعلقات قائم کرتا ہے، بلکہ سفیر سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر اسلام کے لئے کردار ادا کرنے والا ہوتا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ سفیر کو کوئی سیاسی کام سپرد کر دیا جاتا ہے لیکن فی الوقت اس کا وجود صاحب دعوت اور مامور ہوتا ہے ہر اچھے کام اور طریقہ وراستہ کے طرف تبلیغ کرنے کا خوبی کے ساتھ۔ بلاشبہ اس تمام تر تفصیل سے معلوم ہوا کہ سفیر کی شخصیت اس کے حالت، امانت، اخلاق اور تقویٰ ہے اسکی ذات کے اعتبار سے وہ بنیادی طور پر دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ کام کرتا ہے۔

سفیر اور رسول کے انتخاب کے متعلق قواعد

ان دو طریقوں کا ذکر کرنے کے بعد جن میں رسول اور سفیر کے تمام اختیار سے متعلق بات کی گئی، اس بنیاد پر وہ مسلمانوں کے نمائندے ہوتے ہیں، ضروری ہے کہ ہم ان سے متعلق بعض ان صفات اور قواعد کو ذکر کریں جن کو مسلمانوں نے سفیر یا رسول کے چناؤ کے لئے وضع کیا ہے۔ جن میں سے کچھ قواعد وصفات درجہ ذیل ہے:

اسلام: اسلام وہ واحد دین ہے جس کو اللہ تعالی نے اپنے مخلوق کے لئے پسند کیا ہے۔ رسول اور سفیر اگرچہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو فقہاء کرام نے اس بابت بحث کی ہے۔ اس لئے کہ سفیر یا رسول جب اپنی ذمہ داری لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ بادشاہ کا نائب بن کر یا مسلمان حاکم کا نائب بن کر خلیفہ یا حاکم کا کردار جو تمام امت مسلمہ کے لئے ہوتا ہے کا نائب ہوتا ہے۔ امام ماوردی کہتے ہیں کہ وزارت کی دو اقسام ہیں۔ ایک وزارت تفویض جبکہ دوسری وزارت تنفیذ، جہاں تک وزارت تفویض کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ امام اور بادشاہ کے لئے وزیر بنا دیا جائے۔ اس شخص کو جس کی طرف کاموں کی تدبیر وچال سپرد کی جائے اس کی رائے سے اور پھر اس کے اجتہاد سے ان کو نافذ العمل کرانا اور جہاں تک وزارت تنفیذ کا تعلق ہے تو اس کا حکم کمزور اور شرائط کم ہیں اس لئے کہ اس میں غور فکر اس کی رائے پر موقوف ہوتا ہے اور یہ وزیر رعایا اور ولاۃ کے درمیان ایک واسطہ ہوا کرتا ہے۔ اور بادشاہ کی طرف سے جو کہا جائے وہی کرتا ہے اور اسی کا نفاذ کراتا ہے اور وہی کرتا ہے جو اس کو کرنے کا کہا جاتا ہے۔ پس اگر اس میں شرکت کی جائے تو وزارت کے نام سے تو اس کو نافذ کر دیا جاتا ہے اگر اس میں شرکت نہ کی جائے تو سفارت کے نام سے زیادہ مشابہ ہوگا۔[27] ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ سفیر وہ ہوتا ہے جو ان کاموں کے نفاذ اور اجراء کے لئے ہوتا ہے جو امام یا بادشاہ وقت نے ان کے سپرد کئے ہوں اور یہی ہوتا ہے کہ سفیر مسلمان ملک کے اسرار اور اس کے خواص پر علم رکھتا ہو۔ بلکہ صرف یہی کافی

نہیں بلکہ کبھی کبھار اس کو غیر پر ولائت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ یعنی اس وقت کہ جب سفیر کو کسی جماعت کا سر دار بنا کر بھیج دیا جاتا ہے اور سفیر دائمی سفارت پر بالضرورت مسلم ممالک کے اسرار پر مطلع ہو جاتا ہے اور جب یہ دی جاتی ہے مسلمانوں کے طرف سے تو مسلمان فقہاء کرام اس بات میں آپس میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا غیر مسلم کو مسلموں پر ولایت یا عہدہ وزارت دینا درست ہے کہ نہیں تو اس پہلو پر دو رائے پائی جاتی ہیں۔

پہلی رائے

پہلی رائے جمہور فقہاء کرام کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ غیر مسلم کو مسلمان پر ولایت دینا یعنی وزارت تففیذ یا کوئی اور منصب دینا یا ان کو کسی مسلم ملک کے کسی کام پر ولایت دینا اور اسلامی ملک کے کاموں سے ان کو واقف رکھنا وغیرہ یہ سب ناجائز ہے۔ اس رائے سے احناف میں سے امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اتفاق کیا ہے[28]۔

مالکیہ میں سے امام قرطبی[29] اور حنابلہ میں سے ابن مفلح[30] نے دلائل سے استدلال کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

پہلی دلیل

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اپنے لوگوں کے سوا کسی کو ولی یا دوست نہ بناو، دوسرے لوگ تمہیں برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ وہ چاہتے ہیں کے تم مصیبت میں پڑو، ان کے دلوں کی دشمنی ان کی منہ سے ظاہر ہو چکی ہے وہ اپنے سینوں میں جو (بغض وعناد) چھپاتے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے ہم نے تمہارے لئے آیتیں کھول کھول کر بیان کی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

یہ کلام غیر مسلم کے رازداں یا ولی (دوست) بنانے کے عدم جواز پر دلالت کرتا ہے، اس لئے کہ ان کے دلوں میں بغض وعداوت مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ امام قرطبی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے منع کیا ہے، کہ قرآن کریم میں اس بات سے کفار اور یہود سے دوستی کی جائے۔ اسی طرح اہل اہوا سے بھی دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے، چہ جائے کہ ان سے مذاکرات کر کے ان سے دوستی کی جائے مگر افسوس کہ اس زمانے میں حالات یکسر تبدیل ہو گئے ہیں اس لئے کہ اہل کتاب کو کاتب اور امین بنایا جاتا ہے۔ اور سردار کی تاج بھی انہی کے سر پر سجا دیا جاتا ہے۔ علامہ ابن جریر طبریؒ نے گزشتہ آیت کی تفسیر میں یہ بات بڑے وثوق سے لکھی ہے کہ اپنے دین وملک سے ہٹ کر غیر مسلمین کو اپنا ولی یا پھر دوست نہ بناؤ[31]۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

ترجمہ: (اے ایمان والو یہود اور نصاری کو اولیاء مت بناؤ۔ ان میں سے بعض بعض کے مددگار ہیں۔ تم میں سے جو ان سے دوستی کریگا تو وہ ان میں سے ہو گا۔ بے شک اللہ تعالی ظالم قوم کو ہدایت عطا نہیں فرماتا[32]۔

تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہود اور نصاری کو دوست نہ بناؤ، اور نہ ہی ان سے مدد لی اور نہ اپنا کوئی کام ان کے سپرد کرو۔ زمخشریؒ نے فرمایا ہے، کہ ان کو نہ دوست بناؤ نہ ان کی مدد کرو اور نہ ہی ان سے مدد طلب کرو اور نہ ہی ان کے ساتھ اخلاص سے پیش آؤ اور نہ ہی ان کے ساتھ معاشرت اختیار کرو۔ پھر نہی کی یہ علت بیان کی کہ ان میں سے بعض بعض کے اولیاء ہوتے ہیں اور بعض بعض کا مددگار، اور اس لئے ہے کہ ان دونوں کا دین وملت ایک ہوتا ہے اور دونوں کفر پر بھی مجتمع ہوتے ہیں[33]

آلوسیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کہاہے کہ بعض بعض کے اولیاء ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز میں یہ تمام ایک ہی کلمہ وتکبیر پر متفق ہوتے ہیں۔ اسکا ثمرہ یہ نکلتاہے کہ یہ تمام کے تمام مسلمانوں کے ضرر کے لئے کھڑے رہتے ہیں اور ہر برا ان کے ساتھ کرنے کے منتظر رہتے ہیں تو کیسے ان کفار اور مسلمانوں کے درمیان محبت والفت کا سوچا جا سکتا ہے[34]۔

قاضی بیضاویؒ آیت "بعضهم اولياءبعض" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے کہ نہی کی علت کی جانب، یعنی یہ کہ لوگ سب کے سب تمہاری مخالفت پر متفق ہیں اور ان میں بعض بعض کا ولی ومددگار اس لئے ہوتاہے کہ یہ دین اور آپ کے ضرر میں سب متفق ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالی نے ایک آیت میں فرمایا جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ اے! مسلمانو تم میں سے جو ان کے ساتھ دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہو گا۔ یعنی جو ان کا ولی دوست بنا وہ ان کا ہوا اور یہ بات ان سے اجتناب کرنے کی شدت وسختی بتارہی ہے[35]۔

سید قطب شہید رحمہ اللہ اس آیت کے متعلق یہ تعلیق قائم فرماتے ہیں کہ بلاشک یہ آیت حقیقت ہے کہ اس کا زمانہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے کہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو اشیاء کی طبیعت سے خارج ہے، بلاشبہ یہ لوگ کبھی بھی مسلم جماعت کے لئے کسی بھی سرزمین میں تاریخ کے کسی بھی حصہ اولیاء نہیں بن سکے۔ کئی صدیاں بعد بھی یقیناً یہ مقولہ جو کہ درست ثابت ہوا اور ہے کہ ان میں سے بعض بعض کے اولیاء رہے۔ محمد ﷺ کے خلاف جنگ میں حالانکہ مسلمانوں کی جماعت مدینہ میں تھی اور ان میں سے بعض بعض کے ولی وحمایتی رہے زمین کا ہر دشوار گوشہ سے بھی اٹھ کر، اور اللہ تعالی نے اپنے کلام میں جملہ اسمیہ کے سہارا لے کر جملہ کی ابتدائی یہ بات درحقیقت ان کفار کی اس وصف دائمی سے تعبیر ہے نہ کہ محض ایک تمام بات[36]۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا"[37]۔

ترجمہ: اے ایمان والو مؤمنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ تم اللہ تعالی کے لئے اپنے خلاف حجت واضح بناؤ۔

تمام مفسرین کی تقریبا یہ ایک ہی رائے بن جاتی ہے اس آیت کو دیکھ کر وہ فرماتے ہیں کہ کفار کے ساتھ دوستی، مصاحبت اور تعاون اہل اسلام کو چھوڑ کر کرنا جائز نہیں ہے۔ علامہ طبریؒ اس آیت کی تفسیر میں یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! کفار کے ساتھ اس طرح دوستی نہ کرنا کہ تم ان کی مدد کرنے لگو اپنے اہل دین وملت کو چھوڑ کر، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ان میں سے ہو جاؤ جن پر جہنم واجب ہوگئی ہے[38]۔

2 علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر سے منع فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اپنے مؤمن بندوں کو کفار کو دوست بنانے سے منع فرمایاہے کہ وہ ان سے مصاحبت ان کے لئے دل میں محبت کا چھپائے رکھنا مؤمنین کو چھوڑ کر اور مؤمنین کے حالات مخفیہ کو ان پر ظاہر کرنے سے[39]۔

3 ایک جگہ قرآن میں آیاہے:

"مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۖ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا"[40]۔
میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا نہیں ہوں۔ یعنی ان کو اس لئے مددگار بنانے والا نہیں ہوں کہ انہوں نے اللہ تعالی کے سوا دوسروں کو ان کے ساتھ شرکت فی العبادات بنادیا ہے۔ اس لئے کہ عبادت کا استحقاق خالقیت کے توابع میں سے ہے اور اس میں اشتراک کرنے والوں کو ضمیر کی جگہ میں اتارنے کا مقصد ان کی ذمہ بیان کرنا ہے۔ اور ان سے دور رہنے کی تلقین ہے "اپنا مددگار بنانے" سے بعض نے کہا کہ ضمیر مشرکین کو شامل ہے [41]۔

4 جامع ترمذی نے اپنے سنن میں عائشہؓ سے روآیت کی ہے کہ آپ ﷺ بدر کے طرف نکلے جب آپ ﷺ حرہ وبرہ کے مقام پر پہنچے تو ان سے مشرکین میں سے ایک آدمی ملی جو بہادری اور دوسروں کی مدد میں مشہور تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے تو اس شخص نے کہا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا واپس چلے جاؤ میں ہر گز کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کروں گا۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے [42]۔

5 اور یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ عمر ابن خطابؓ سے کہا گیا کہ یہاں ایک لڑکا ہے اہل حیرہ میں سے ہے اور وہ حافظ ہے اور کاتب بھی اگر اس کو کاتب بنایا جائے تو کیسا رہے گا۔ تو عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تو تم نے مؤمنین کو چھوڑ کر اس کو راز دان بنادیا، حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ عمرؓ کا یہ اثر در اصل اللہ تعالی کے اس قول کی تشریح کرتا ہے جنہیں اللہ تعالی نے فرمایا (ترجمہ) اے ایمان والو مؤمنین کے علاوہ اور کسی کو اپنا راز دان مت بناؤ، تو یہ آیت اور حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اہل ذمہ کو کتابت وغیرہ کے ایسے کام جن میں وہ مسلمانوں اور مومنین پر مطلع ہو سکتے ہوں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اسی طرح ایسے امور کہ جن میں اس بات کا خوف ہو کہ وہ مسلمانوں کے داخلی امور پر مطلع ہوں گے اور پھر ان رازوں کو دشمنوں تک پھیلادیں گے [43]۔

دوسری رائے

دوسری رائے والے حضرات اس ضمن میں یہ بات ارشاد فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اصل بات ہے کہ ذمی کو تمام قسم کی ولایت دینا درست ہے یعنی وہ ذمی جو مسلم ملک میں رہتے ہوں سوائے دینی مناسبت کے جیسے امامت عظمی اور قضاء کا منصب وغیرہ وغیرہ۔ اور اسی رائے کی طرف بہت سے فقہاء عصر نے میلان و رجوع کیا ہے۔ ان میں سے ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، استاد مودودی، ڈاکٹر عبد الکریم زیدان، استاد عبد السلام اور ڈاکٹر عبد الحکیم حسن العیلی ہیں [44]۔

ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

1 اللہ تعالی نے فرمایا:

"اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۭقَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ"[45]۔

ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنے لوگوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ دوسرے لوگ تمہیں برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے وہ چاہتے ہیں کہ تم مصیبت میں پڑو، ان کے دلوں کی دشمنی ان کے منہ ظاہر ہو چکی ہے اور وہ اپنے سینوں میں جو بغض وعناد چھپاتے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے، ہم نے تمہارے لئے آیتیں بیان کی اگر تم عقل رکھتے ہو۔

ان حضرات نے اس آیت سے دلیل کیا کہ یہ آیت کفار کو دوست بنانے سے مطلقا منع نہیں کرتی بلکہ آیت میں جو دوست نہ بنانے کی نہی ہے وہ منع قیود کے ساتھ مشروط ہے۔ پہلی قید وشرط یہ ہے کہ نہی اس شخص کے بارے میں وارد ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے ظاہر اعداوت رکھتا ہو۔ تو ایسے شخص کو دوست بنانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ تو اس کا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہے کہ وہ ذمی جن کی عداوت مسلمانوں کے لئے ظاہرا معلوم نہیں ہے۔ ان کو دوست بنایا جاسکتا ہے اور ان کے پاس راز رکھے جاسکتے ہیں اور ان کے آرام سے ملک کے اہم معاملات میں راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ تو اسکا معنی یہ بھی ہوا کہ عام وظائف کو بھی ان کے سپرد کئے جاسکتے ہیں[46]۔

ابن عباسؓ نے روایت کی ہے کہ بدر کے دن جو قیدی بنائے گئے تھے کفار میں سے ان کے پاس جان چھوڑانے کے لئے فدیہ دینے کے لئے کوئی چیز موجود نہیں تھی اس لئے رسول خدا ﷺ نے کہا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھا دیں یہی انکا فدیہ ہو گا[47]۔

اسی لئے ڈاکٹر عبد الکریم زیدان کہتا ہے کہ، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کو دولت اسلامیہ کے امور میں بطور تعلیم کتابت برائے اطفال کے استعمال کیا[48] اور یہ بات بھی ثابت شدہ ہے تاریخ کے اوراق سے کہ جب آپ ﷺ حج میں مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مقام ذوالحلیفہ تک پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک جاسوس بھیجا کہ وہ آپ ﷺ کو قریش سے متعلق خبر دی[49]۔

علماء نے کہا ہے کہ یہ جاسوس کافر تھا، اس کے باوجود آپ ﷺ نے یہ اہم وخطرناک کام ان کے سپرد کیا، تو یہ بات بلا شک وشبہ کے معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے ان پر اعتماد اور اطمینان کا اظہار کیا ہو گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے تمام کاموں کو ذمیین کے سپرد کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت تک وہ لوگ امن اور اعتماد پر پورے اترتے ہوں۔ ڈاکٹر عبد الکریم زیدان کہتے ہیں کہ غیر مسلم جو کہ اہل ذمہ ہوں مسلم مملکت کے امور کو مسلمانوں کی مانند سنبھالنے کے حق دار ہیں۔ مگر بعض وہ اہم کام جن پر اسلام کا مدار ہو جیسے امامت، ملک کی بادشاہت، فوج کی قیادت، قضاء اور صدقات وغیرہ پر ولایت دین، یہ اہم کام ان کے سپرد کرنا ٹھیک نہیں ہو گا۔ خلافت اور ریاست یہ دونوں دین ودنیا کے لئے عام اور شامل ہے اس لئے آپ ﷺ کے لئے یہ مناسب وجائز نہ تھا کہ آپ اس کام کے لئے کسی غیر مسلم کو مسلمانوں کے سوا مقرر فرماتے اس لئے کہ ان کاموں کی نگہداشت مسلمان ہی کر سکتا ہے اور فوج کی قیادت صرف ایک شہری پر فرض نہیں بلکہ اسلام کی اہم عبادت میں سے ایک عبادت ہے۔ اس لئے کہ جہاد اسلامی عبادات میں بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور قضاء شریعت اسلامیہ کا حکم مطہر ہے۔ اس لئے کسی غیر مسلم سے اس کام کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اسی طرح ولایت علی الصدقات ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ یہ تمام مناسب اکثریت پر موقوف رہتے ہیں۔ اسلئے تاریخ قدیم اور جدید نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ کسی غیر مسلم ملک میں کسی مسلمان کو ملت کا صدر یا پھر

قاضی یا وزارت مال دی گئی ہو۔ اسلئے کہ یہ بات پھر ان کے لئے بھی ان کے مذہب کے انصاف سے بہت بعید ہو گی اس کے علاوہ جو دیگر منصب مملکت ہیں ان میں منصب سفیر بھی آتا ہے اسلئے اسکا اہل ذمہ کو سپرد کرنا درست و صحیح ہو گا لیکن اس وقت کہ ان کے اندر امانت اور اخلاص کا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ اور بے شک مسلمانوں سے ان میں سے خاص طور پر بعض فقہاء سے تسامح اور غلطی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ماوردی نے احکام السلطانیہ میں اس بات کی حرمت کی ہے کہ غیر مسلم کو وزارت تنفیذ یعنی وہ وزارت جس میں وزیر لوگوں کو امام کے اوامر سے آگاہ کرتا ہے اور تحقیق سرجون جو کہ معاویہ بن ابی سفیان کا کاتب تھا۔ اور ان کا خاص بندہ تھا جیسا کہ سرجون یزید بن معاویہ[50] کے بھی اہم مشاورۃ کرنے والوں میں سے بن گیا تھا اور انہوں نے دور عباسی میں نصاری کو کئی بار وزارت سے نوازا۔ ان میں سے عیسیٰ بن نسطورس ہے۔ اسی طرح ملک شام [51] میں منشار الیہودی کو نائب بنایا گیا اور مسلمانوں کا تسامح اس کام میں کبھی کبھار حد مبالغہ تک بھی پہنچ جاتا ہے اور مسلمانوں پر ظلم کی انتہا ہو جاتی ہے ان کے حقوق سے متعلق ایک مغربی مؤرخ آدم میتز نے کہا کہ ان کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ جس میں ہمیں بہت تعجب ہوتا ہے۔ کہ مسلم ممالک کے اندر غیر مسلم عمال اور کام کرنے والے بہت زیادہ ہیں۔ گویا کہ نصاری ہی وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں پر حکومت کرتے ہیں ان کے ممالک میں اور اہل ذمہ سے متعلق جو شکری سے یعنی حکی تحکیم سے متعلق تو وہ بہت پرانا شکوی ہے[52]۔

پہلی فریق کے دلائل

بلا شک وشبہ جو جماعت فقہاء کرام جن سے کفار سے عدم تعاون و دوست وغیرہ سے متعلق جو ممانعت کی قائل ہے ان کی دلائل قطعی ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ محل نظر ضرور ہیں۔ مثلا اللہ تعالی کا وہ ارشاد "اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ" کہ جس کا ترجمہ ہے کہ اے ایمان والو! تم اپنے علاوہ لوگوں یعنی کفار سے دوستی نہ کرو، اس آیت میں ایک قید ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آیت کے اندر بطانہ یعنی دوستی اور راز دان کی جو قید ہے وہ ان یہودی اور غیر مسلم کے بارے میں ہے جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور فساد وغیرہ کی قید کے ساتھ متصف ہوں۔ جو غیر مسلم ایسے نہیں ہوں گے۔ اس قید کے تحت شامل نہیں ہونگے۔ اور میں یہ نہیں سمجھتا ہوں کہ تمام اہل کفر ان صفات کے ساتھ متصف ہوں گے اللہ تعالی کے ان دو اقوال سے استدلال کرتے ہوئے (ترجمہ قول اول) اللہ تعالی تمہیں ان لوگوں کی بابت نہیں روکتا جو تم سے دین پر نہیں لاتے اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان سے انصاف کرو بیشک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالی تمہیں ان لوگوں کی بابت روکتا ہے جو تم سے دین پر لڑتے ہیں اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو اور جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ"[53]۔

ترجمہ: اے نبی ﷺ آپ ان لوگوں میں اہل ایمان سے عداوت رکھنے میں سخت ترین یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے اور اہل ایمان سے دوستی رکھنے میں ضرور قریب ترین ان لوگوں کو پائیں گے جنہوں نے کہا ہے کہ بے شک ہم نصاری ہیں ،

اسکی وجہ یہ ہے کہ بے شک ان میں کچھ عالم ہیں۔ کچھ دنیا سے الگ تھلگ رہنے والے ہیں اور یہ کہ وہ غرور نہیں کرتے۔

لہذا یہ دونوں آیتیں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کفار میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ اچھائی اور ذمی کا پہلو رکھتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ عداوت اور جنگ کا پہلو رکھتا ہیں۔ پس یہ بات کہ کفار مسلمانوں کے لئے اپنے دل میں بغض و کینہ رکھتے ہیں مطلقا درست نہیں بلکہ یہ بات نص قرآن مجید میں ہے البتہ وہ دیگر آیات مبار کہ جو کفار کے ساتھ دوستی کو منع کرتے ہیں مؤمنین کو چھوڑ کر اور اسی طرح وہ آیات جو کفار کے ساتھ مدد و تعاون سے روکتی ہیں اور مسلمانوں کی مدد نہ چھوڑنے کا کہتی ہیں۔ یہ سب کچھ بلا شک و شبہ مقصود نہیں ہے جب کسی ذمی کو مکلف بنایا جائے سفارت سے متعلق البتہ یہ صرف ان سے مدد طلب کرنے سے ہی متعلق بات ہے۔ نیز وہ احادیث مبار کہ جو مشرکین سے طلب مدد کو منع قرار دیتی ہیں تو وہ بھی بسا اوقات بہت سارے معانی کا احتمال رکھتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں ان غیر مسلموں میں سے وہ مقصود ہے کہ جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ و جدال کرنی والی ہوں نہ کہ وہ ذمی جو امن کے خواہاں ہوں۔ اور کبھی کبھار یہ نہی مشرکین کے ان لوگوں کی مدد سے متعلق ہوتی ہے کہ جن پر اعتماد نہیں ہوتا، اور تاکید ان کی صداقت کا علم نہیں ہوتا ہے اور بات محتمل ہے اس لیے کہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ آپ نے ایک مشرک سے مدد طلب کی۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے عبد اللہ بن اُریقط سے مدد طلب کی تھی، اور وہ بندہ مشرک تھا۔ اسی طرح وہ جاسوس جو بھیجا تھا تاکہ مشرکین کے حالات واپس آکر بیان کریں، وہ بھی مشرک تھا۔ البتہ جو باتیں حضرت عمر بن خطابؓ کی طرف سے مشہور ہیں کہ یہود و نصاری اور ان جیسے دیگر کو استعمال کرنے سے جو آپ نے منع کیا تھا۔ ان میں تاویلات کی گنجائش ہے۔

سفارت کاری کے مقاصد

جناب نبی کریم ﷺ کے زمانے سے سفارت کاری ایک وقت متعین کے لئے بعض اغراض و مقاصد جو کہ دعوت اسلامیہ کے ساتھ متصل و متصف ہوں کو لے کر کام کر رہی ہے اور یہ کوئی شرعاً محدود و متعین کام نہیں بلکہ کسی مصلحت کی تحقیق میں وظیفہ کے تحت داخل ہوتی ہے[54] اس لئے یہ سفارت کاری عرف و رسم و رواج اور دیگر بعض ضروریات کی وجہ سے جو کہ سفارت کی طرف متوجہ کرنے والا ہوں کی وجہ سے متاثر ہوتی ہے اسی لئے اس وقت سفیر کی ذمہ داری ہر زمانہ کے لحاظ سے مختلف ہوا ہے البتہ ہمارے لیے یہ ممکن ہے کہ ہم سفیروں کی ان مہمات کو اور اسی طرح ان کے ان اعمال جن کی وجہ سے وہ باہر جاتے ہیں دعوت اسلامیہ اور اس کی تبلیغ کیلئے مختصراً اور اجمالاً ذکر کریں۔

جیسا کہ یہی حالت جناب رسول ﷺ اور خلفاء الراشدین کے دور میں تھی اور ان کے بعد بھی یہی حالت چلتی رہی اور بعض اوقات سفارت کا مقصد صلح دائمی کی طرف ابھارنا اور تیار کر دینا بھی ہو یا ذمیوں کے ساتھ جب وہ اسلام میں داخل ہونے سے منع کرے اور رک جائے گی تو ان کے ساتھ عقد ذمہ کرنا ہوتا ہے۔ جب ان دونوں امور کو وہ نہ مانیں تو پھر سفیر و رسول کا وظیفہ یہ ہوتا ہے کہ جہاد یا قتال کے اعلان سے پہلے وہ ان کو ڈرائے اور دھمکائے لہذا اس اعتبار سے سفیر خلیفہ کا نائب ہوتا ہے[55]۔

سفارت کاری کے مقاصد درج ذیل ہیں:

اسلام کی طرف دعوت دینا

یہ بات ہم نے پہلے بہت ہی اصرار کے ساتھ ذکر کی تھی کہ اسلام تمام انسانیت کو دعوت دیتا ہے۔اس لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس ذمہ داری و دعوت کو تمام اہل عالم تک پہنچا دے اور اس کی تبلیغ سے بطور ایک عقیدہ عبادت کے ان کو آگاہ کر دے۔ امام محمد بن الحسنؒ نے حضرت عطاءابن یسار سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے جب حضرت علیؓ نے کہا اے اللہ کے رسول میں ان (کافروں) کے ساتھ کیسا معاملہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم ان کے آنگن و محق میں قدم رکھو تو ان سے قتال نہ کرنا۔ یہاں تک کہ وہ تم سے قتال کرنے لگے، پس جب وہ تم سے قتال کرے تو تم ان سے قتال مت کرنا یہاں تک وہ تم کو قید کر لیں اور تم قید سے کسی کو قتل نہ کرا دے پس اگر انہوں نے تم میں سے کسی کو قتل کر ڈالا تو تم ان سے قتال نہ کرنا۔ یہاں تک کہ تم ان کو دکھاؤ کہ اسلام کیا ہے پھر ان سے کہو کہ کیا تمہارے لئے ممکن ہے کہ تم لا الہ الا اللہ کہو۔ اگر انہوں نے اس کو مان لیا تو ان سے کہو کہ کیا تمہیں نماز پڑھنا ممکن ہے۔ اگر انہوں نے اس کو بھی مال لیا تو ان سے کہنا کہ کیا تمہیں ممکن ہے کہ تم اپنے مال سے صدقہ نکال لو۔ اگر انہوں نے اس کو مان لیا تو پھر ان سے کوئی اور چیز تلاش و طلب مت کرنا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھوں کسی کو راہ ہدایت دکھائے یہ اس بات سے بہت بہتر ہے کہ اس پر سورج طلوع و غروب ہو جائے۔[56] اس بات میں سفیر و رسول کے لئے بہت اہم بیان ہے جو کہ دعوت الی الاسلام ہے تو اور لوگوں کو راہ راست پر لانے کی تمنا ہے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت مصعب ابن عمیر بن ہاشم القریشی جو کہ اولیس اسلام میں سے ہے کہ ان کو بیعت عقبہ کے بعد اہل مدینہ کی طرف بھیجا۔ تاکہ وہ انہیں اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائے اور قرآن کریم پڑھائے لہذا وہ انصار کے گھروں میں آتا اور انہیں اسلام کی تعلیم دیتا اور قرآن پڑھاتا۔ اور ایک دو، دو کر کے لوگ اسلام لائے اسی طرح اسلام پھیلا[57] پھر آپ ﷺ نے بادشاہوں اور امراء کی طرف رسل و سفراء بھیجے تاکہ انہیں دین اسلام کی دعوت دیں اور ساتھ ساتھ ان کی طرف خطوط بھی روانہ فرما دیئے۔ تو امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ کے واسطے سے نقل کیا۔ کہ آپ نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی وغیرہ دیگر کبار کی طرف بھی رسل بھیج دیئے[58] تو اس سلسلے میں سب سے پہلا رسول آپ ﷺ نے عمر بن امہ الضمری اور دحیہ بن خلفیہ الکلبی کو آپ ﷺ نے قیصر کی طرف بھیجا اور اس کی طرف ایک خط بھی روانہ فرما دیا۔ مگر اس نے اپنی قوم سے مشورہ کرنے کے بعد اسلام لانے سے معذرت کر لی۔ اور عبد اللہ بن حُدافہ سہمی کو کسریٰ کی طرف ایک خط دے کر بھیجا۔ جب ان کے پاس خط پہنچا تو انہوں نے خط کو پھاڑ دیا۔ جب آپ ﷺ کو یہ اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اے اللہ ان کے ملک و حکومت اسی طرح پھاڑ دی۔ حاطب ابن ابی بلتعہ کو مقوقس جو کہ اسکندریہ کا تھا کی طرف بھیجا اور ساتھ ہی سفیر کے ہاتھوں خط بھی روانہ فرما دیا تو انہوں نے خط کی بہت عزت کی اور آپ ﷺ کے سفیر کا بہت بڑا اکرام کیا اور سفیر کے ہاتھوں آپ ﷺ کو ہدایا بھیج دیئے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے شجاع ابن راہب الاسدی کو حارث الغسانی کی طرف بھیجا ایک خط بھی ساتھ کر دیا تو انہوں نے آپ ﷺ کا خط پڑھ کر اس کو پھینک دیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے سلیط ابن عمرو العامری کو صاحب یمامنہ ہوذہ ابن علی الحنفی اور جریری بن عبد اللہ بجلی کو ذوالکلاع یمینی کی طرح بھیجا[59]۔

سفارت کاری اور خطوط کا نشر دعوت اسلامیہ پر اثرات

یقیناً یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ انہی خطوط کی بدولت بہت سے بادشاہ وامراء تو دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور بہت سے دیگر کی حقیقت حال کو ان خطوط نے کھول کر رکھ دیا۔ پھر انہی خطوط کے وجہ سے اسلام نے ان مالک کے ساتھ اپنے تعلقات اور جغرافیائی حد بندی کی اور آپ ﷺ کے یہ خطوط آپ ﷺ کے سفراء کے ہمراہ بڑے بڑے روساء کی طرف ایک ہی بات کی عکاسی کرتے ہیں اور وہ ہے دعوت اسلام۔ یہی خطوط ان کو دعوت اسلام دیتے رہے اور ان پر حجت بھی تمام کروں اور ان کے سامنے ان کی ذمہ داریوں کو بھی کھول کر رکھ دیا کہ ان کی اپنے رعایا خطوط مبارکہ اسلام کے قیام، باری امور اور حکمت سابقہ پر مشتمل تھے۔ ہم یہاں پر آپ کے اس خط کا ذکر کرتے ہیں جو آپ نے ہرقل بادشاہ روم کی طرف بھیجا۔ جس کو روایت کیا ہے حضرات شیخین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے واسطے سے ایک لمبی حدیث کے طور پر جس میں انہوں نے ابوسفیان کی اس کہانی کا ذکر بھی کیا ہے جو انہوں نے بطور مکالمہ کے ہرقل کے ساتھ کیا جس وقت ابوسفیان اسلام نہیں لائے تھے۔ پس پھر بھی جب ہرقل نے آپ ﷺ کے خطوط کو کھول دیا تو اس میں لکھا ہوا تھا:

(ترجمہ) اللہ کے نام سے جو مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف ہے۔ پس سلامتی ہو اس شخص ہر جو نیک راستہ کی اتباع کرے۔ درود وسلام کے بعد پس میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تم اسلام لاؤ محفوظ ہو جائے گا۔ اسلام لاؤ اللہ تمہیں تمہارا اجر دو مرتبہ دے گا۔ اگر تم نے اسلام سے روگردانی کی تو کسانوں کا گناہ بھی تمہاری گردن پر ہو گا۔ اے اہل کتاب آجاؤ ایسے دین کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ یہ کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور ہم میں سے بعض بعض کو رب نہ بنالے اللہ کو چھوڑ کر۔ پس اگر انہوں نے روگردانی کی تو تم کہو کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ ہم مسلمانوں میں سے ہیں[60]۔

دولت اسلامی کا کردار و نمائندگی اجنبی ممالک کے ساتھ

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ رسول یا سفیر جس کو بھی بھیجا ہو کسی ملک نے وہ اس دوسرے ملک میں اپنے ملک کا کردار ادا کرنے والا ہوتا ہے اور یہ بات کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے۔ اس لئے کہ صرف ایک سفیر کا دوسرے ملک میں جانے ہی اپنے ملک کی نمائندگی کو ظاہر کرتا ہے۔ امام محمدؒ کے کلام سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ سفیر اصل کی مانند ہے اور جو بھی کام سفیر سے سرزد ہو وہ گویا کہ اصل سے سرزد ہوا ہو اس لئے کہ وہ نہ صرف مسلمانوں کا قائم مقام ہوتا ہے بلکہ رسول کی عبادت رسل کی عبادت کی مانند ہوتی ہے۔ مزید برآں امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی فرد کسی اس کی حاجت میں بھیجا جائے پھر وہ حاجت پوری کر کے پھر ان کو اس بات کی خبر دے کہ جس نے اس کو بھیجا تھا اس نے ان کو اس دیا تھا تو یہ کام باطل شمار ہو گا اس لئے کہ امیر کا رسول اور جماعت مسلمین کا رسول یہ اہل اختیار میں سے شمار ہوتے ہیں۔ پس رسول کی زبان اصل کی زبان کی طرف ہے امن سے متعلق خبر دینے میں[61] خطوط کا لے جانا سفیر اور رسول جن ذمہ داریوں کو اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں ایک زبانی طور پر پیغام رسانی ہوتی ہے جب کہ دوسری ذمہ داری بادشاہ کی طرف سے دارالحرب یا پھر دارالاسلام وغیرہ کی طرف تحریری خط ہوتا ہے اور جو تذکرہ آپ ﷺ کے خطوط سے متعلق ہمارا ہوا ہے وہ بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ اور ہمارے

زمانہ میں تمام تر ذمہ داریوں میں سے ذمہ داری سب سے ظاہر واہم نظر آتی ہے اور اسی کی طرف امام محمدؒ نے اشارہ فرمایاہے۔ امامؒ فرماتے ہیں کہ اگر اہل الحرب کے بادشاہ کی طرف سے کوئی رسل آئے تو مسلمان فوج کے ہاں بھی امن میں ہو گا۔ یہاں تک کہ وہ اپناپیغام پہنچادے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی امن طلب کرنے والا تجارت کی غرض سے آیاہو[62]۔

اور یہی بات صریح ہے کہ سفیر کے ذمہ لازمی ہے کہ وہ خطوط کو مرسل الیہ تک اسی طرح فرمایاکہ اگر ان کے امیر کا رسول یعنی کفار کے پاس سے ایسے خط کو لے کر جس پر مہر ثبت کی گئی ہو آئے مسلمانوں کی فوج کے امیر کے پاس اور کھے کہ میں نے معاہدہ توڑ دیاہے۔ تو مسلمانوں کے لئے یہ مناسب نہ ہو گا کہ وہ جلدی کریں۔ یہاں تک کہ وہ اس امر کو جان لیں کہ اس کی حقیقت کیاہے۔ اگر پیغام کرنے والے دو بندے ہوں اہل حرب میں سے اور وہ دونوں اس بات کی گواہی بھی دیں کہ یہ بادشاہ کا خط ہے تو پھر ان دونوں کی گواہی اہل حرب کے خلاف مان لی جائے گی ورنہ نہیں[63]۔

امن صلح اور دیگر معاہدوں کے لئے مذاکرات کرنا

رسل اور سفراء کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مذاکرات کریں۔ جیسا کہ امام محمدؒ اہل حرب کو امن دینے کے عقد سے متعلق اور اسی طرح جنگ بندی و صلح قتال روکنے کے لئے اور عقد ذمہ سے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ بات دراصل امام یا خلیفہ کی صوابدید پر ہے۔ اور جب یہ بات ہمیں معلوم ہو چکی ہے کہ سفیر یا رسول خلیفہ یا امام کا نائب ہوتا ہے تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سفیر ان امور کی انجام دے سکتاہے۔ اور یہ بات ہم ذکر کر چکے ہیں اگر جیش کا امیر کسی رسول کو بھیج دے امیر قلعہ کی طرف تو وہ ان کو امان پہنچادے تو ٹھیک ہے۔ اسی طرح سفیر صلح اور جنگ بندی کی دعوت بھی دي سکتاہے اسی کے متعلق امام محمدؒ فرماتي ہیں کہ اگر امام نے دارالاسلام سے ان کی طرف سفیر کو بھیجا جس نے ان کو صلح کی دعوت دی اور کفار نے اس کے ساتھ صلح اس شرط پر کہ وہ انہیں مطلق مال پر امن دے دیں۔ پھر امام کیلئے یہ بات اچھی معلوم ہو گی کہ ان کے صلح کو ختم کر دیں۔ تو امام کی لئے یہ مناسب نہ ہو گا کہ وہ ان سے قتال کر کے یہاں تک جو مال ان سے لیاہے وہ ان کو واپس نہ لٹایا جائے۔[64] اور آپ ﷺ نے عمر بن وہب کو صفوان ابن امیر کے پاس بھیجا فتح مکہ کے بعد امن کا پیغام دے کر پھر اس کو مہلت دی اور چار مہینوں تک کا اختیار دیا[65] اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان صلح کے لئے مذاکرات اور بات چیت بواسطہ رسل و سفراءہوتی رہی جیسا کہ صلح حدیبیہ اور دیگر مواقع پر ہوا۔

معاہدوں کو ختم و نسخ کرنا

جیسا کہ سفیر اور رسول معاہدات اور صلح کے عقود کرتے رہتے ہیں اسی طرح یہ ان عقود کو نسخ اور ختم کرنے کا کام بھی سر انجام دیتے ہیں۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر امیر اور مسلمان کفار کو امن دے دیں پھر کسی آدمی کو بھیج دیں اور کفار سے کہہ دیں کہ ہم نے معاہدوں توڑ دیاہے۔ تو پھر بھی مسلمانوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ ان پر حملہ کر دیں یہاں تک کہ وہ اس بات کو جان لیں اور ان کا لیاہوا مال ان کو واپس کر دیں اور اگر ان کا رسول ان کے بادشاہ کی طرف سے مہر لگے خط کو لے کر مسلمانوں کے لشکر کے پاس اور نقص عہد کی بات کر کے تو یہ مسلمانوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ جلدی کریں یہاں تک اس کی حقیقت تک نہ جائیں اس لئے یہ خط محتمل ہے۔ ہاں اگر اہل حرب میں سے دو آدمی آکر اس امر کی شہادت دیں کہ یہ بادشاہ اہل کتاب ہے اور اس کی مہر ہے تو پھر ان دونوں کی

گواہی اہل حرب کے خلاف قبول کی جائے گی۔ اور اگر بادشاہ کے پاس دس آدمی بھیج دی جن کے پاس ایک خط ہو۔ جس میں نقص معاہدہ لیا گیا ہو۔ پس ان کا امیر ان کے فوج کے ساتھ جمع ہو جائے اور کوئی آدمی ان کے سامنے عربی زبان میں یہ معاہدہ پڑھ کر سنائے اور ترجمان ان کو ان کی زبان میں ترجمہ کرے پھر رسل واپس لوٹ آئے اور ان کو اس کی خبر دیں پھر مسلمانوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ ان پر دھاوا بول دیں۔ اس لئے کہ ان کے بس میں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے اور انسان اپنی وسعت تک کا مکلف ہوتا ہے[66]۔

قیدیوں کے مفادات

یہ بھی ایک اہم مہم اور مقصد ہے کہ جس کو بھی سفرا اور رسل ادا کرتی ہیں جیسا کہ امام محمدؒ کے حوالہ سے جو کہ انہوں نے سیر کبیر میں لکھا ہے۔ کہ اعرج نے بیان کیا ہے کہ سعد بن نعمان عمرہ کی نیت وارادہ سے نکلے غزوہ بدر کے واقعہ کے بعد اور اس کے ساتھ اس کی بیویاں بھی تھیں۔ ابوسفیان نے ان کو مکہ میں روک کر کہا کہ میں اس کو نہیں چھوڑتا۔ یہاں تک کہ محمد ﷺ میری بیٹی عمرو بن ابوسفیان کو نہ بھیج دے اور ان کا یہ بیٹا پدر ساون قید ہوا تھا۔ تو خزرج آپ ﷺ کے پاس چلے گئے اور انہوں نے آپ کے ساتھ اس موضوع پر بات کی تو آپ نے ان کو بھیج دیا تو انہوں نے اس کو سعد بن نعمان کے بدلے میں دے دیا بطور فدیہ کے[67] اور امام صاحبؒ نے یہ بھی کہا کہ اگر رسول کے ہاتھ مشرکین کے رسل قید ہوں اور وہ ان کو لی کر آتی ہوں مفادات کی خاطر اور انہوں نے شرط کر لیا ہے مسلمانوں پر کہ وہ ان کو واپس لوٹا دی۔ اگر ان کے مفادات کے متفق وبرابر نہ ہو تو مسلمانوں کے لئے یہ مناسب نہیں ہو گا کہ وہ ان کے ساتھ اس بات پر مصالحت کر لیں۔ اگرچہ وہ اس بات میں کوئی وثیقہ لکھ دیں اس لئے کہ یہ ظالم ہیں مسلمانوں کے آزاد لوگوں کو قید کرنے کی وجہ سے۔ اور ان کے ہاتھوں سے خلاصی حاصل کرنے کے بعد ان کو دارالحرب سے واپس کرنے کی بھی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہے اور جس چیز کی وفا شرعاً متعذر ہو اس پر شرعاً معاہدہ کرنا بھی درست نہیں ہوتا ہے[68]۔

معلومات کا تبادلہ

سفارت کاری کے مقاصد میں سے یہ اہم ترین مقصد یہ ہے کہ وہ آگاہ رہے ملک کی حالت سے مسلسل اور معتمد مالک سے متعلق تمام قسم کی معلومات اپنے پاس رکھے بطور خاص رابطوں کے وسائل کی ترقی اور معلومات کے مراکز ومصادر کے ہوتے ہوئے گزشتہ زمانوں میں دولت اسلامیہ اس امر میں احتیاط برتتے تھے کہ سفراء کو ہر قسم کی معلومات جو ان کے ملک کے مفاد میں نہ ہو نہ دی جائے۔ اور مسلمانوں نے پناہ لی تھی معلومات جمع کرنے میں دشمن سے متعلق اپنے رسولوں کو تردد وشک کی وجہ سے مسلمانوں کے شہروں پر ان کے ساتھ مذاکرات کے لئے اجازت دیتی ہیں[69]۔

امام محمدؒ نے اس امر سے متعلق بھی لکھا ہے جیسا کہ انہوں نے ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے "امن الرسول والمستا من اذا خیف ان یدل علی بعض عورات المسلمین "یعنی رسول اور متامن کو امن دینا جبکہ وہ ڈرے اس بات سے کہ وہ مسلمانوں کے بعض مخفی چیزوں پر مطلع ہو گئے ہیں۔ امام محمدؒ اس عنوان کے تحت لکھتی ہیں کہ اگر اہل الحرب کے بادشاہ کی طرف سے سفیر یا رسول مسلمانوں کے لشکر کے پاس آئے تو وہ مامون شمار ہو گا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی پیغام رسانی کرے اور اس کی مثال اس امن طلب کرنے والی کسی غرض تجارت ان کے ہاں کرتا ہو۔ اب اگر یہ رسول واپس چلنا چاہتا ہو، لیکن مسلمانوں کے امیر کو اس

بات کا ڈر ہو کہ اس رسول یا سفیر کے پاس مسلمانوں کا کوئی مخفی کام کا علم یا خبر ہے۔ اور وہ وہاں جا کر کفار کو اس کی اطلاع کر دے گا تو امیر کیلئے اس رسول یا سفیر کو قید کرنے میں کوئی مذائقہ نہیں ہو گا اور اس کے ساتھ محافظ لگا دے گا، اور وہ اس کی حفاظت کرتا رہے گا اور اگر یہ رسول یا سفیر امام سے کہہ دیں کہ ہمارا راستہ چھوڑ دو ہم تو تیری پاس عقد امن لے کر آئے ہیں تو پھر بھی خلیفہ کیلئے ضروری نہیں کہ وہ ان کو چھوڑ دے اس لئے کہ ظاہر حال اس امر کا تقاضہ کرتا ہے کہ جو مستور امر انہوں نے مسلمانوں کے ہاں دیکھا جا کر اپنے کفار کو اس کی اطلاع کر دیں گے۔

حواشی و مصادر

[1] الفیروز آبادی مجد الدین محمد بن یعقوب الشیرازی:القاموس المحیط،ص384/4 عالم الکتب،بیروت

[2] الشعراء:16/26

[3] ابن منظور ابو الفضل جمال الدین محمد بن کریم،ص73/4،الطبعة الاولی،1410ھ

[4] ایضاً:ص370/4

[5] عطیة الله،احمد،القاموس السیاسی،ص644،دارالنهضة العربیة القا هره،ط4، 980 م

[6] الکیالی،عبدالوهاب،الموسوعة السیاسیة،ص32/ 204،207،مسؤسة الرسالة،بیروت

[7] البدوی،اسماعیل،اختصاصات السلطة التنفیذیة فی الدولة الاسلامیة،النظم الدستوریة المعاصرة،ص210، دارالنهضة العربیة، القاهرة،ط 1993م

[8] القلقشندی،ابوالعباس احمد بن علی،صبح الأعشی فی صناعة انشا،ص6/ 15

[9] البیزاوی،فتحیة،تطورالعلاقات السیاسیة الدولیة،ص6،مطبعة مصنع اسکندریه للکراس،القاهرة،مصر

[10] ایضاً:ص28

[11] اکثر معاصر علماء نے اس رائے سے اتفاق کیا ہے۔

[12] ابو هیف،القانون الدولی العام،ص407

[13] سباء:28/34

[14] الحجرات:13/49

[15] ابن هشام،ابو محمد بن عبدالملک بن هشام المعامری ،السیرة النبویة،ص175/4المنصورة مصر 1995

[16] هود حیة بن خلیفه بن مروة بن فضالة بن زید بن امریءالقیس بن عوف الکلبی، صحابی جلیل مشہور،اس کو نقل کیا ہے ابن حجر العسقلانی نے اپنی کتاب الاصابة فی جمیع الصحابة،ص3/191

[17] التوبه:6/9

[18] ابن القیم،شمس الدین ابو عبدالله بن محمد بن ابی بکر،احکام اهل الذمه،ص476/2دار العلم للملایین بیروت،لبنان،ط،2،1983م

[19] سلطان،حامد،القانون الدولی العام،ص396

[20] ابن قدامه،موفق الدین عبدالله بن احمد بن محمد المقدسی،ص396/8دارالمنار،ط1367،3ھ،والکمال بن همام، فتح القدیر شرح الهدایه،مرغینانی،ص353/4،ط مصطفی محمد، القاهره

[21] الشافعی،الام،ص191/4،الشربینی،محمد الخطیب،مغنی المحتاج شرح المنهاج،ص238/4،ط۔دارالمنار 1367ھ

ابن جزی،محمد بن احمد الکلبی،القوانین الفقھیه 154،بغیر طبع و تاریخ

[22] ابن ھشام: السیرة النبویة،ص175/4

[23] ابن الفرا ابو علی الحسین بن محمد،رسل الملوک و من یصلح للرسالة و السفارة،ص34،تحقیق صالح الدین المنجد،الکتب الجدیدة بیروت،ط 1392،2 ھ

[24] الماوردی،نصیحة الملوک،ص267

[25] ایضاً:ص35

[26] الثعالبی،ابو منصور عبدالملک بن محمد بن اسماعیل،الامثال(الفوائدوالقلائد)ص228،دارالکتب العربیة مصطفی البابی الحلبی،مصر ،1378ھ

[27] الماوردی:الاحکام السلطانیه،ص27

[28] الجصاص،ابو بکر الرازی،احکام القرآن،ص36/2،37،دارالکتاب العربی،بیروت بدون طبعة،و تاریخ

[29] القرطبی،ابو عبداللہ محمد بن احمد،الجامع لاحکام القرآن،ص178/4۔ 180

[30] ابن قیم الجوزی،احکام اہل الذمة،ص208

[31] القرطبی،الجامع لاحکام القرآن،ص178/4

[32] الطبری:ابو جعفر محمد بن جریر الطبری،جامع البیان عن تاویل القرآن،ص60/4،مطبعة مصطفی البابی الحلبی القاھرہ،ط1،1388ھ

[33] الزمخشری،ابو القاسم جاد اللہ محمود بن عمر،الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل فی وجوہ التاویل ص619/1،مطبعه مصطفی البابی الجلی، مصر ،1385ھ

[34] الطبری الجامع البیان،ص276/6

[35] رضا: محمد رشید،تفسیر المنار،ص625/6دارالمعرفة بیروت۔ط 2 بدون تاریخ طبعة

[36] قطب،سید،فی ظلال القرآن،ص119/2دارالشروق،بیروت،ط 9،1400ھ۔ 1980م

[37] النساء:144/4

[38] الطبری،الجامع البیان،ص216/5

[39] ابن کثیر ،تفسیر القرآن العظیم،ص570/1

[40] الکھف:51/18

[41] البیضاوی،عبداللہ بن عمر،انور التنزیل واسرار التا و یل،ص488/4،مکتبه مصطفی الجلی،القاھرة 1388ھ

[42] الترمذی،ابو عیسی بن محمد سورة سنن الترمذی،تحقیق احمد محمد شاکر،ص128/4

[43] صحیح مسلم:فی کتاب الجھاد،باب کراھیت الاستعانه فی الغزو بکافر،ح4677، تحقیق علی بطحی،ط1، دار الخیر،دمشق،1994م

[44] الزحیلی،وھبة،آثار الحرب فی الفقه الاسلامی،ھامش،ص703،702،المودودی، ابو الاعلی، نظریة الاسلام وھدیة ، ص362،مؤ سسة الرسالة۔بیروت1389۔زیدان،عبدالکریم احکام الذمیین والمستآمنین،ص78،ط2۔مؤ سسة الرسالة،بیروت 1394مدکور،عبدالسلام معالم الدولة الاسلامیة،ص 101۔104،مطبعة الفلاح،ط1،1403ھ ۔ العیلی،عبدالحکیم حسن،الحریات العامة فی ا لفکر و النظام السیاسی فی الاسلام،ص319،دارالفکر العربی

[45] آل عمران:118/3

[46] زیدان،عبدالکریم،احکام الذمیین و المستآمنین،ص79،وتفسیر المنار،ص80/4۔84، العیلی،عبداکریم۔الحریات العامة،ص318

47 ابن احمد،المسند،ص247/1،الشوکانی نیل الاوطار،ص348/7

48 زیدان عبدالکریم احکام الذمیین والمستامنین،ص79

49 ایضاً:ص80

50 تھذیب الکمال،ص423/3،طبعہ مؤسسہ الرسالہ

51 سیر اعلام النبلاء،ص168/15،طبعة مؤ سسہ الرسالة

52 کتاب،الحضارہ الاسلامیہ فی القرن الرابع الھجری،ص105/1

53 المائدہ:82/5

54 الحسبہ فی الاسلام:ابن تیمیہ،ص51،الطرق الحکمیہ فی السیاسہ الشرعیہ،ابن القیم،ص852

55 قواعد العلاقات الدولیہ:د۔جعفر عبد السلام،ص248،آحکام القانون الدولی فی الشریعہ:حامدسلطان،ص200

56 السیر الکبیر،ص78/2،مجمع الزوائد،ص334/5،امتاع الاسماع،مقریزی،ص503/1

57 سیرت ابن ہشام،ص434/1۔435،اسد الغابہ،ص181/5

58 صحیح مسلم: کتاب الجھاد وسیر،باب کتب النبی الی ملوک الکفار،ص1397/3

59 الطبقات الکبری،ابن سعد،ص258/1، زاد المعاد:ابن القیم،ص688/3،التراتیب الاداریہ:الکتانی،ص194/1، 195

60 البخاری،ابوعبداللہ محمدبن اسماعیل البخاری،الجہاد،باب دعاءالنبی ﷺ الناس الی الاسلام،ص6 / 109۔111

61 السیر الکبیر شرح السرخسی،ص471/2، 475، فتاوی ھندیہ،ص201/2

62 السیر الکبیر،ص515/2

63 ایضاً

64 ایضاً:ص477/2

65 الترتیب الاداریة۔الکتانی،ص190/12۔194

66 السیر الکبیر،ص476/2۔478

67 ایضاً:ص1591/5،سیرة ابن هشام،ص650/2-651،الاستیعاب فی معرفة الصحاب،ابن عبد البر ،ص605/2

68 ایضاً:ص1788،کتاب السیَّر، شیخ الاسلام ابی سحاق الفزاری،ص223

69 السیر الکبیر ص515/2۔516